رسومِ شبِ برأت

علماءِ امّت کی نظر میں

مولانا حافظ اسعد اعظمی

استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

رسوم شب برأت

علماء امت کی نظر میں

مولانا حافظ اسعد اعظمی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

نام کتاب	رسوم شب برأت علماء امت کی نظر میں
تالیف	مولانا حافظ اسعد اعظمی
طابع وناشر	مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
سال اشاعت	جنوری ۲۰۱۴ء
تعداد اشاعت	ایک ہزار ایک سو
صفحات	32

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email :faheembooks@gmail.com
WWW.faheembooks.com

فہرست



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اسلام دین رحمت ہے، اس کی تعلیمات نہایت ہی سادہ، آسان اور واضح ہیں، جن میں نہ کسی طرح کی پیچیدگی ہے نہ کسی طرح کا غموض، بلکہ اسلام کے تعلق سے ہمیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے، اس کو صاف صاف لفظوں میں بتا دیا گیا ہے، اس میں نہ تو کسی کمی بیشی کی گنجائش ہے اور نہ کسی کو اس کا حق دیا گیا ہے۔ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ یعنی حدیث نبوی کو ہمارا راہنما اور ہادی قرار دیا گیا ہے، کسی بھی عقیدہ یا عمل کو ''اسلامی'' اسی وقت کہا جائے گا جب کہ اس پر مذکورہ دونوں مآخذ میں سے کم از کم کسی ایک کی مہر تصدیق ثبت ہو، بصورت دیگر وہ ''غیر اسلامی'' ہی رہے گا، چاہے کتنا ہی خوشنما اور دلپذیر معلوم ہوتا ہو۔

ہمارے مسلم معاشرے میں مختلف موقع و مناسبت سے بہت سارے ایسے اعمال و عقائد کا ظہور ہوتا ہے جن کو ''اسلامی'' کہا اور سمجھا جاتا ہے، حالانکہ بالاتفاق ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ ان میں سے اکثر اسلامی تعلیمات کے سراسر مخالف ہوتے ہیں۔ لیکن ناسمجھی، جہالت یا غلط رہنمائی کی وجہ سے لوگ انھیں جزو دین سمجھ کر ان سے لپٹے ہوتے ہیں، پندرہویں شعبان جسے عرف عام میں ''شب برات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، اسے بھی بے شمار لغویات، اوہام و اباطیل اور بدعات و خرافات سے جوڑ دیا گیا ہے، جنھیں عین اسلام تصور کر کے ثواب کی نیت سے انجام دیا جاتا ہے، اور نہ صرف بہت سارے مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی ان چیزوں کو اسلامی اعمال کے طور پر جانتے اور مانتے ہیں، آئیے ذرا غور کیا جائے واقعی یہ اعمال اسلامی ہیں؟ یا ہم کسی طرح کے مغالطے یا غلط فہمی کا شکار ہیں؟

ان اعمال وعقائد کی شرعی حیثیت معلوم کرنے اور ان پر کوئی حکم لگانے کے لئے آئندہ

سطور میں مختلف مکاتب فکر کے اہل علم وفضل سے استفادہ کیا گیا ہے۔ برصغیر ہند کی اکثریت حنفی مذہب سے وابستہ ہے، اس لئے ان کے اطمینان قلب اور تسلی وتشفی کے لئے علماء احناف کے اقوال وفتاویٰ سے زیادہ استناد کیا گیا ہے۔ اس لئے کتابچہ کے مشمولات ومندرجات پر کوئی رائے زنی کرتے وقت ان اقوال وفتاویٰ کو ضرور ذہن میں رکھا جائے۔ واضح رہے کہ اس تحریر کا مقصد کسی کی دل آزاری یا جدل ومناظرہ نہیں، زبان وبیان سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ جن عقائد واعمال کے بارے میں اجلہ علماء امت نے ''غیر اسلامی'' اور ''مشرکانہ'' ہونے کا صراحت سے اعلان کیا ہے ان سے چمٹے رہنا کس قدر محرومی اور بدنصیبی کی بات ہے، اللہ سب کو نیک سمجھ دے۔ آمین۔

اسعد اعظمی

۴/رجب ۱۴۲۲ھ

۲۲/ستمبر ۲۰۰۱ء

ا-تہوار جیسا ماحول

عیداور بقر عید کی طرح شب برات بھی بہت سارے مسلمانوں کے یہاں تیوہار کے طور پر منائی جاتی ہے، کلنڈروں اور جنتریوں میں شب برات کی تاریخ مخصوص اور نشان زد ہوتی ہے، سرکاری سطح پر یہ دن چھٹی کا دن قرار دیا گیا ہے، حتی کہ اسلامی مدارس و جامعات بھی اس موقع پر اہتمام کے ساتھ بند ہوتے ہیں، جن ملازمت پیشہ لوگوں کے یہاں چھٹی نہیں ہوتی وہ چھٹی لے کر یہ دن اپنے گھر پر بال بچوں کے ساتھ گزارتے ہیں، بہت سارے معاشروں میں عید و بقر عید کی طرح اس دن کے لئے نئے نئے کپڑے اور دیگر لوازمات تیار کئے جاتے ہیں اور ان محلوں میں واقعی اس روز تیوہار جیسا ہی ماحول رہتا ہے جیسا کہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں عیداور بقر عید کے علاوہ کسی تیسرے تیوہار کا کوئی وجود نہیں، مولانا عبدالحی فرنگی رحمۃ اللہ علیہ **"الآثار المرفوعة"** میں لکھتے ہیں۔

"عام جاہلوں نے اس رات (رجب کی ستائیسویں اور شعبان کی پندرہویں) کو گویا دو عیدیں بنا رکھی ہیں اور شعار اسلام سمجھ رکھا ہے، حالانکہ یہ صریح بدعت ہے، اس میں چراغ اور روشنی کرنا بالکل خلاف سنت ہے، تعجب ہے کہ لوگ کس طرح بدعتوں سے چمٹے ہوئے ہیں اور سنتوں کے متعلق پرواہ نہیں کرتے۔" (الآثار المرفوعة، ص ٦٢)

اور "احسن الفتاویٰ" میں ہے:

سوال: شب برات میں عید (خوشی) منانا اور حلوہ پکانا کیسا ہے......؟

جواب: شب برات میں عید (خوشی) منانے اور حلوہ پکانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔

لہٰذا یہ امور ناجائز اور بدعت ہیں..... (احسن الفتاویٰ: ١/٣٨٥)

۲- چراغاں کرنا

شب برات کے موقع پر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ناسمجھ لوگ دوکانوں، مکانوں، محلوں، مسجدوں اور قبرستانوں میں خوب روشنی کرتے ہیں، آنکھوں کو چکا چوند کر دینے والے رنگ برنگ کے برقی قمقموں اور قندیلوں پر بے تحاشہ پیسہ صرف کیا جاتا ہے، لیکن امامان دین نے اس عمل کو غیر شرعی اور بدعی عمل بتایا ہے اور اس سے سختی سے روکا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فرع: شرح المہذب میں ہے: منکر بدعات میں سے یہ ہے کہ بہت سے ملکوں میں سال کی معروف راتوں میں مثلاً شب نصف شعبان کو بڑی بڑی قندیلیں جلاتے ہیں، جن کی وجہ سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً

☆ اہتمام کے ساتھ کثرت سے آگ جلا کر مجوسیوں کی طرح بیٹھنے کے مشابہ ہے۔

☆ غلط جگہ مال ضائع کرنا ہے۔

☆ اس کے نتیجے میں بہت سی مساجد میں بچوں اور نکموں کی بھیڑ لگتی ہے، کھیل کود اور شور و شغب ہوتا ہے، ایسے لوگ مسجد کے قریب آتے ہیں، مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے، گندگی پیدا ہوتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں جن میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ مسجد کو اس سے محفوظ رکھنا واجب ہے۔''

(بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، شمارہ نومبر ۲۰۰۰ء، ص ۳۰-۳۱)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اور بدعت شنیعہ میں سے وہ رسم ہے جس کا اکثر بلاد ہند میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے، یعنی چراغ جلانا اور اس کو مکانوں اور دیواروں پر رکھنا اور اس پر فخر کرنا اور آتش بازی کے ساتھ لہو ولعب کے لئے جمع ہونا، کیوں کہ یہ وہ امر ہے جس کی معتبر کتابوں میں کوئی اصل نہیں، بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی نہیں، اور کوئی ضعیف اور موضوع روایت تک بھی اس کے بارے میں وارد نہیں ہوئی

اور نہ اس کا بلاد ہند کے سوا کسی ملک میں رواج، نہ حرمین شریفین میں۔(زادھما اللہ تعالیٰ تعظیماً وشرفاً) اور نہ ان کے سوا عرب کے دیگر حصص میں، اور نہ بلاد عجم میں سوائے ہندوستان کے، بلکہ ممکن ہے اور یہی ظن غالب ہے کہ ہندوؤں کی رسم دیوالی سے اس رسم کو لیا گیا ہے، کیونکہ ہندوستان میں عموماً رسوم بدعیہ زمانہ کفر ہی کی باقی ہیں، اور مسلمانوں میں (کفار کے ساتھ) میل جول کرنے اور کفار (کی نسل) میں سے باندیاں اور بیویاں رکھنے کے سبب پھیل گئی ہیں۔"

(ماثبت بالسنۃ۔بحوالہ:"بارہ مہینوں کے فضائل واحکام"ص ۳۷۔)

ملاعلی قاری شارح مشکوٰۃ شریف لکھتے ہیں:

"اس رات میں چراغاں اور زیادہ روشنی کرنا قوم برامکہ کی ایجاد ہے، یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے، جب اسلام لائے تو انھوں نے یہ رسم بد اسلام میں داخل کردی، تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نماز میں آگ کو سجدہ کریں، شریعت میں اس رات چراغاں کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔۳/۱۹۸)

ان دونوں اقتباسات سے یہ معلوم ہوا کہ رسم چراغاں خالص غیر اسلامی رسم ہے جس نے مجوسیت کی کوکھ سے جنم لیا اور برصغیر کے ہندوانہ ماحول میں پروان چڑھی اور پھلی پھولی۔اس کا خمیر دو اسلام مخالف نظریات سے تیار کیا گیا ہے۔اب اگر کوئی مسلمان اسے اسلام کا جز اور کار ثواب سمجھ کر انجام دیتا ہے تو وہ کتنی بڑی بھول میں مبتلا ہے۔

۳-آتش بازی

شب برات کی آمد سے ہفتوں پہلے سے ہی مسلم محلوں میں پٹاخوں کے دل ہلادینے والے دھماکوں کی گونج سنائی دینے لگتی ہے، ہر گلی میں اور ہر بچے کے ہاتھ میں پٹاخے اور آتش بازی کے سروسامان کی موجودگی شب برات کی آمد کا ایک طرح سے اعلان ہوا کرتی ہے، دوکانوں اور فٹ پاتھوں پر آتش بازی کے نوع بنوع سامان بڑے اہتمام سے سجادیئے جاتے ہیں اور امت محمدیہ کے افراد ان پر پانی کی طرح پیسہ خرچ کرتے ہیں، یہ رسم قبیح بھی سراسر

ہندوانہ رسم ہے۔ دیوالی کے موقع پر ہندوؤں کے یہاں جس طرح آتش بازی اور پٹاخوں کی حکمرانی ہوتی ہے۔ٹھیک ویسے ہی نادان مسلمان شب برات کے موقع پر کرتے ہیں اور اپنی جان اور مال دونوں کو داؤں پر لگا دیتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ دعویٰ کہ یہ رات انتہائی متبرک رات ہے جسے خشوع وخضوع، انابت الی اللہ اور عبادت و ریاضت میں بسر کرنا چاہئے دوسری طرف اس قدر بے حیائی، غل غپاڑا اور دہشت انگیزی؟

مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ آتش بازی کی قباحت ومضرت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"منجملہ ان رسوم کے آتش بازی ہے، اس میں بھی متعدد خرابیاں جمع ہیں:

۱- مال کا ضائع کرنا جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔

۲- اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو یا پاس پڑوس والوں کو خطرہ میں ڈالنا، صدہا واقعات ایسے ہو چکے ہیں جس میں آتش بازوں کا ہاتھ اڑ گیا، منہ جل گیا، یا کسی کے چھپر میں آگ لگ گئی، جس کی حرمت قرآن مجید میں منصوص ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: مت ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں۔ اسی واسطے حدیث شریف میں بلا ضرورت آگ کے تلبس وقرب سے ممانعت آئی ہے، چنانچہ کھلی آگ اور جلتا چراغ چھوڑ کر سونے کو منع فرمایا ہے۔

۳- بعض آلات آتش بازی میں کاغذ بھی صرف ہوتا ہے جو آلات علم سے ہے اور آلات علم کی بے ادبی خود قبیح امر ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ پھر غضب یہ ہے کہ لکھے ہوئے کاغذ بھی استعمال ہوتے ہیں، خواہ اس پر کچھ ہی لکھا ہو، قرآن یا حدیث، چنانچہ مجھ سے ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ میں نے کاغذ کے بنے ہوئے کھیل دیکھے، دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ورق ہیں۔

۴- بچوں کو ابتداء سے تعلیم معصیت کی ہوتی ہے جن کے واسطے شرعی حکم ہے کہ ان کو علم وعمل سکھاؤ، گویا نعوذ باللہ حکم شرعی کا پورا مقابلہ ہے، بالخصوص شب برات میں یہ خرافات کرنا جو کہ نہایت متبرک شب ہے، یہ بات مقرر ہے کہ اوقات متبرکہ میں جس طرح طاعت کرنے سے

اجر بڑھتا ہے، اسی طرح معصیت کرنے سے گناہ بھی زائد ہوتا ہے۔

۵۔ بعض آلات آتش بازی اوپر کو چھوڑے جاتے ہیں جیسے بیل اور اڑن انار وختنگا وغیرہ، اول تو بعضوں کے سر پر آ کر گرتے ہیں اور لوگوں کو چوٹ لگتی ہے، علاوہ اس کے اس میں یاجوج ماجوج کی مشابہت ہے، جس طرح وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے اور کفار کی مشابہت حرام ہے۔'' (اصلاح الرسوم۔ص ۱۹۔۲۰)

۴۔ گھروں کی صفائی

صفائی ستھرائی پر اسلام نے بڑا زور دیا ہے، بدن کی صفائی، کپڑوں کی صفائی، گھر اور باہر کی صفائی ہر ایک کا تاکیدی حکم آیا ہے، یہاں تک کہ ایک حدیث میں صفائی اور پاکی کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ لیکن بیشتر مسلم افراد، گھرانے اور معاشرے اس معاملے میں بڑے بے حس واقع ہوئے ہیں، اور ناپاکی اور گندگی ہی کو انھوں نے غیر ارادی طور پر اپنا شعار بنا رکھا ہے، مگر ایسے ہی لوگوں نے شب برات کے موقع پر ایک رسم یہ بھی ایجاد کر رکھی ہے کہ اس دن صفائی کا خوب خوب اہتمام کرتے ہیں۔ اس دن خصوصیت سے کپڑے دھلنا، اہتمام سے غسل کرنا، گھروں کی صفائی، لیپا پوتی اور چونا کلی، رنگ وروغن کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اس رسم بد کا سرا بھی ہندوؤں سے ہی جا کے ملتا ہے۔ ہندو دیوالی کے موقع پر اپنے دوکان ومکان کی صفائی اور تزئین وآرائش اپنے مذہبی عقیدے کی رو سے کرتے ہیں۔ اس موقع پر یہ لوگ نئے برتن بھی خریدتے ہیں۔ ان کے اعتقاد کے مطابق ایسا کرنے سے ان کی دیوی خوش ہوتی ہے، مسلمانوں نے بھی اپنے اس بناوٹی تہوار پر یہ رسمیں مکمل طور سے اپنالیں اور اسے مذہبی رنگ میں رنگ دیا۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں نے اس (شعبان کی پندرہویں تاریخ) میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا عادت کر لی ہے۔ یہ بالکل رسم کفار کی نقل ہے،''

اور حدیث تشبہ (حدیث میں ہے کہ: من تشبہ بقوم فھو منھم. جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔'') سے حرام ہے۔'' (اصلاح الرسوم۔ ص ۱۳۴)

۵-انواع واقسام کے کھانے

شب برات کے دن یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سارے گھروں میں لذیذ، مرغن اور مرغوب کھانے تیار کئے جاتے ہیں، اور دوستوں ورشتہ داروں کے یہاں بھیجے جاتے ہیں، کچھ غرباء ومساکین کے لئے بھی حصہ لگتا ہے، حتی کہ بیشتر نادار اور غیر مستطیع لوگ قرض لے کر اس کام کو انجام دیتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی یا کمی کو باعث ننگ وعار سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی ثواب سے محرومی کا سبب بھی۔

انواع واقسام کے ان کھانوں کی تیاری کے پیچھے جو مقاصد پنہاں ہوتے ہیں ان میں سے ایک اہم اور بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں اور گھر کے مردہ لوگوں کی روحیں، پندرہویں شعبان کی رات میں آتی ہیں، ان کے استقبال اور ضیافت کے لئے یہ اہتمام کیا جانا چاہئے۔

چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برات وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لئے کچھ پکایا ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا امر خفی بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ یہاں ندارد ہے۔'' (اصلاح الرسوم۔ ص ۱۳۲)

اور کھانا وغیرہ تقسیم کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جو لوگ مستحق اعانت ہیں ان کو کوئی بھی نہیں دیتا، یا ادنیٰ درجہ کا پکا کر ان کو دیا جاتا ہے، اکثر اہل ثروت و برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں، اور نیت اس میں یہ ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے یہاں بھیجا ہے، اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا، غرض کہ اس میں بھی وہی ریاء وتفاخر ہوجاتا ہے۔ بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں،

اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی، لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ موکد سمجھنا بلاشبہ معصیت ہے، یہ تو کھانا پکانے میں مفاسد ایجاد کرتے ہیں.........“ (اصلاح الرسوم،ص ۱۳۳۔۱۳۴)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

مسئلہ: کھانا تقسیم کرنے سے متعلق اس شب (شب برات) میں خاص طور پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱/۷۵)

۶۔حلوہ خوری

اس موقع پر جو پکوان پکائے جاتے ہیں، ان میں حلوہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے، اس لئے اس کا اہتمام کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے، اس حلوے سے متعلق جو لچر پوچ دلیلیں دی جاتی ہیں، ان کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

”بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا، آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے، اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں، یہ عقلاً بھی ممکن نہیں، اس لئے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی، یہ ان کی فاتحہ ہے، یہ محض بے اصل ہے اول تو تعین تاریخ کی ضرورت نہیں، دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے، آپ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی شعبان میں نہیں ہوئی۔“

مزید لکھتے ہیں:

”حلوے کی ایسی پابندی ہے کہ بدون اس کے سمجھتے ہیں کہ شب برات ہی نہیں ہوئی، اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہو جاتا ہے کہ اس کو مؤکد ضروری سمجھنے لگتے ہیں، فساد عمل بھی ہو جاتا ہے، فرائض و واجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں......ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک اور خرابی ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نیت بھی فاسد ہو جاتی ہے، ثواب وغیرہ مقصود نہیں رہتا ہے۔ خیال ہو جاتا ہے کہ اگر اب کے نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ اب کے خست و ناداری نے گھیر لیا

ہے۔ اس الزام کے رفع کرنے کے لئے جس طرح بن پڑتا ہے مرمار کرتا ہے، ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف و تفاخر ہے، جس کا گناہ ہونا بارہا مذکور ہو چکا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لئے قرض سودی لینا پڑتا ہے، یہ جدا گناہ ہے۔" (اصلاح الرسوم۔ص ۱۳۲۔۱۳۳)

جسٹس مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

" ویسے تو سارے سال کے کسی دن بھی حلوہ پکانا جائز اور حلال ہے، جس شخص کا جب دل چاہے پکا کر کھالے، لیکن شب برات سے اس کا کیا تعلق؟ نہ قرآن میں اس کا ثبوت ہے، نہ حدیث میں اس کے بارے میں کوئی روایت، نہ صحابہ کے آثار میں، نہ تابعین کے عمل میں، اور بزرگان دین کے عمل میں کہیں اس کا کوئی تذکرہ نہیں، لیکن شیطان نے لوگوں کو حلوہ پکانے میں لگا دیا......."

(اصلاحی خطبات از: جسٹس تقی عثمانی۔۴/۲۴۸)

۷- روحوں کی حاضری کا عقیدہ

یہ تمام اہتمامات، یعنی گھروں کی صفائی و آرائش، نوع بنوع کھانے، اور ان کے ساتھ عمدہ قسم کی خوشبودار اگر بتیوں سے گھروں کو معطر کرنا، دراصل اس نقطۂ نظر سے کئے جاتے ہیں کہ اس دن گذرے ہوئے لوگوں کی روحیں تشریف لاتی ہیں، اور رات بھر گھروں میں رہ کر پھر صبح سویرے عالم ارواح کی طرف رخت سفر باندھتی ہیں، چنانچہ انہی روحوں کا استقبال کرنے کے لئے گھروں کو سنوارتے، روشنیوں سے سجاتے اور فاتحہ میں ان کو وہ پسندیدہ اشیاء پیش کرتے ہیں جو زندگی میں انھیں مرغوب رہی ہوں۔

روحوں کے آنے کا یہ تصور سراسر ہندوانہ اور مشرکانہ ہے، ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ "پُتر پکھ" وغیرہ کے موقع پر پروجوں کی آتمائیں (روحیں) آتی ہیں، اور انھیں پنڈ نذر کیا جاتا ہے، جس سے انھیں شانتی مل جاتی ہے اور واپس ہو جاتی ہیں، یہ پنڈ ان کے نام سے ندی میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے روحوں کی واپسی کا عقیدہ سراسر غلط ہے، انسان کے مرجانے کے

بعد دوبارہ اس کی روح لوٹ کر دنیا میں نہیں آسکتی، جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ:

"بعض لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برات وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لئے کچھ پکایا ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا امر خفی بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا، اور وہ یہاں ندارد ہے۔" (اصلاح الرسوم، ص ۱۳۲)

اس کے علاوہ درج ذیل فتاویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

سوال: میت کی روح مکان میں آتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں آتی تو خواب میں کیوں نظر آتی ہے؟

جواب: خواب میں کسی میت کا نظر آنا اس کو مقتضی نہیں ہے کہ اس کی روح مکان میں آئے، بلکہ خواب میں نظر آنا بسبب تعلق روحانیت کے ہے، مکان سے اس کو کچھ تعلق آنے کا نہیں، بہت سے زندہ لوگوں کو جو دور دراز پر ہیں، خواب میں دیکھا جاتا ہے، پس خواب کا قصہ جدا ہے، اجسام ظاہری کا اتصال اس کے لئے ضروری نہیں ہے، عالم ارواح دوسرا عالم ہے۔" (فتاویٰ دارالعلوم۔ ۴۶۰/۵)

سوال: ارواح مومنین ہر جمعہ کی شب کو اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ارواح مومنین کا شب جمعہ وغیرہ کو اپنے گھر آنا کہیں ثابت نہیں ہوا۔ یہ روایات واہیہ (غلط) ہیں، اس پر ہرگز عقیدہ نہیں کرنا چاہئے۔" (فتاویٰ رشیدیہ۔ ص: ۲۶۹)

۸- روح ملانے کا عقیدہ

روحوں کے تعلق سے کچھ مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہوتا ہے کہ جو شخص شب برات سے پہلے انتقال کر جاتا ہے، اس کی روح دوسری روحوں میں نہیں ملتی، آوارہ بھٹکتی رہتی ہے، لہٰذا جب شب برات آتی ہے تو روح کو روحوں میں ملانے کا ختم دلایا جاتا ہے۔ ہر قسم کے عمدہ کھانے، میوے، پھل اور کپڑے وغیرہ مجلس میں رکھ کر امام مسجد ختم پڑھتے ہیں، اور روحوں میں ملا دیتے

ہیں، بعدہ کھانے، میوے، پھل اور قیمتی کپڑے وغیرہ اٹھا کر لے جاتے ہیں، میت کے گھر والے شکر ادا کرتے ہیں کہ ان کے مرنے والے عزیز کی روح روحوں میں شامل ہوگئی، اگر نہ ہوتی تو اس کی بددعا سے گھر والوں پر تباہی آنی تھی۔

اس عقیدہ کا بطلان بھی اظہر من الشمس ہے، چنانچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برات سے پہلے کوئی مر جائے تو جب تک کہ اس کے لئے فاتحہ شب برات نہ کیا جائے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا، یہ بھی محض تصنیف یاراں اور بالکل لغو ہے، بلکہ رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مر جائے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں ہوتا، حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب مردہ مرتا ہے تو مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے، یہ نہیں کہ شب برات تک اٹکا رہتا ہے۔" (اصلاح الرسوم، ص ۱۳۲۔۱۳۳)

روح ملانے کا ایک دلچسپ واقعہ

ایک گاؤں کا زمیندار چودھری فوت ہوگیا، جب شب برات آئی تو دھوم دھام سے چودھری صاحب کی اولاد نے روح ملانے کے ختم کا اہتمام کیا، دس بارہ جوڑے بیش قیمت کپڑے، انواع واقسام کے کھانے اور بہت سے قیمتی برتن وغیرہ ختم میں رکھے گئے اور برادری اکٹھی ہوئی، میاں صاحب نے ختم کہنا شروع کیا، جب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تو ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے کے بجائے انھیں یوں ہی چھوڑ دیا اور ایک لمبی سانس لے کر کہا: آہ روح روحوں میں ملنا نہیں چاہتی، یہ سن کر چودھری صاحب کے سب گھر والے گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ اب کیا ہوگا، اگر روح روحوں میں نہ ملی تو ہم پر وبال ضرور آجائے گا۔ میاں جی جس طرح ہو سکے روح کو ملا دو روحوں سے، میاں جی نے پھر بہت کچھ پڑھا اور ہاتھ اٹھا کر منہ پر نہ پھیرے، یونہی چھوڑ دیئے اور کہا کہ روح روحوں میں نہیں ملنا چاہتی، سب گھر والے بہت پریشان ہوگئے اور رو رو کر کہنے لگے: میاں جی خدا کے واسطے روح ملانے کی کوشش کرو، پھر میاں جی نے کچھ پڑھا اور آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ چودھری صاحب کی روح کہتی ہے کہ اس ختم میں جب تک عمدہ وصحت مند

بھینس لا کر نہ رکھو گے میں روحوں میں نہیں ملوں گی، گھر والے ایک صحت مند، نوجوان، دودھ والی بھینس بھی کھول کر لائے اور اسے ختم کی دوسری چیزوں میں شامل کر دیا، اب کے میاں جی نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور جلد ہی خوشی سے منہ پر پھیر کر کہا: مبارک ہو، روح روحوں میں مل گئی ہے، گھر والے بڑے خوش ہوئے اور ختم کی سب چیزیں اٹھا کر مع بھینس میاں جی کے گھر چھوڑ آئے۔ (خانہ ساز شریعت۔ص۲۵۰)

۹-ہزاری نماز

ایک خطرناک بدعت یہ بھی ہے کہ پندرہویں شعبان کی شب میں کچھ لوگ ایک مخصوص قسم کی نماز پڑھتے ہیں جسے "صلاة الالفية" (ہزاری نماز) کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اس کا طریقہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ سو رکعتیں پڑھتے ہیں، ہر رکعت میں دس دس بار سورہ اخلاص کی قرأت کرتے ہیں۔

اس بدعت کا آغاز کہاں سے ہوا اس کے بارے میں امام عز بن عبد السلام لکھتے ہیں:

"بیت المقدس میں صلاۃ الرغائب (یہ ماہ رجب میں پڑھی جانے والی ایک مبتدعانہ نماز ہے) یا نصف شعبان کی نماز نہیں ہوتی تھی۔ لیکن ہوا یہ کہ ۴۴۸ھ میں ابن الحی نامی نابلس کا ایک شخص یہاں آیا، اس کی تلاوت قرآن بہت اچھی تھی، اس نے مسجد اقصیٰ میں شب نصف شعبان کو نماز شروع کی، اس کے پیچھے ایک شخص آ کر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا، پھر دو چار اور آ گئے اور نماز ختم ہوتے ہوتے پوری جماعت بن گئی۔ اگلے سال وہ پھر آیا، تو بہت سے لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی، اور اس طرح یہ مسجد اقصیٰ اور عام لوگوں کے گھروں میں پھیل گئی اور آج تک اس طرح سے برقرار ہے۔ جیسے کوئی سنت ہو۔" (بحوالہ ماہنامہ دار العلوم دیوبند، شمارہ نومبر ۲۰۰۰ء، ص ۲۸)

اور ملا علی قاری اس من گھڑت نماز کی فتنہ انگیزیاں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعض رسائل میں ہے: علی بن ابراہیم نے کہا...... اس نماز نے عوام میں ایک بڑا فتنہ جنم دیا ہے، اس کے سبب کثرت سے چراغاں کرنے کا اہتمام ہوتا ہے، اس قدر فسق وفجور اور

بے حرمتی ہوتی کہ نا قابل بیان ہے۔ حتیٰ کہ اولیاء اللہ اس ڈر سے جنگلوں کو بھاگے کہ کہیں زمین دھنس نہ جائے......

مساجد کے جاہل ائمہ نے اس نماز اور صلاۃ الرغائب وغیرہ نمازوں کو عوام کو پھانسنے کا جال بنایا ہے، اس سے اقتدار قائم کرتے ہیں، دنیاوی ٹھیکرے اکٹھا کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ائمہ ہدایت کو اس کے خاتمہ کی کوشش کرنے کی توفیق دی، بالآخر مصری و شامی شہروں سے آٹھویں صدی ہجری کے شروع میں اس کا بالکلیہ خاتمہ ہوگیا۔" (مرقاۃ المفاتیح۔۳/ ۱۹۷۔۱۹۸)

اس نماز سے متعلق روایت کی استنادی حیثیت بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"اللآلی" میں لکھا ہے کہ شب نصف شعبان میں سو رکعت، اور ہر رکعت میں دس بار سورہ اخلاص پڑھنے کے بارے میں دیلمی وغیرہ میں لمبے چوڑے فضائل کا ذکر ہے۔ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح۔۳/ ۱۹۷)

۱۰-قبرستان کی زیارت

قبرستان کی زیارت کے لئے جاتے رہنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور باعث اجر و ثواب ہے۔ مختلف حدیثوں میں اس کی ترغیب دلائی گئی ہے، اور اس کے دو اہم مقاصد اور فوائد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:

۱-قبرستان کی زیارت سے موت کی یاد تازہ ہوتی ہے، قبر کی وحشت و تنہائی کا خیال کرکے آدمی کے اندر اس دنیائے فانی سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے، اور صلاح و طاعت کے کاموں کی طرف میلان بڑھتا ہے۔

۲-مردوں کے لئے دعا و استغفار کیا جاتا ہے، اس طرح زندہ لوگوں کی زیارت سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اکثر و بیشتر مدینہ کے بقیع نامی قبرستان جایا کرتے تھے، خاص طور سے رات کی تاریکی و تنہائی میں۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک رات میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ موجود

نہیں ہیں، میں آپ کو تلاش کرنے نکلی تو پتہ چلا کہ بقیع قبرستان میں ہیں، آپ ﷺ نے کہا اے عائشہ! کیا تمہیں ڈر تھا کہ اللہ اور اس کے رسول تم پر ظلم کریں گے، میں نے کہا کہ اللہ کے رسول! میں نے سوچا کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے ہیں، آپ نے فرمایا: پندرہویں شعبان کی رات اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں شعبان کی پندرہویں شب کو بقیع قبرستان جانے کا تذکرہ مل گیا اور ہم نے اسی کو بنیاد بنا کر اس شب قبرستان جانا ایک طرح سے ضروری اور فرض قرار دے دیا اور اس پر بڑی پابندی سے عمل پیرا ہو گئے، لیکن اس موقع پر چند باتیں سنجیدگی سے غور کرنے کی ہیں:

۱- اس روایت میں ضعف ہے، چنانچہ مولانا محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں:

"حدیث باب صحت کے درجہ کو نہیں پہونچتی اس لئے کہ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے، اس کی سند میں دو جگہوں پر انقطاع ہے جن کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے، البتہ ابن معین نے یحییٰ کے لئے عروہ سے سماع ثابت قرار دیا ہے، اور کسی چیز کو ثابت کرنے والا، انکار کرنے والے پر مقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا اب صرف ایک جگہ انقطاع رہ گیا، یہ بات علامہ عینی نے العمدۃ میں کہی ہے۔" (معارف السنن۔ ۵/۴۲۰-۴۲۱)

موصوف آگے لکھتے ہیں:

"اس شب کی فضیلت میں بہترین حدیث یہی حضرت عائشہ کی ہو سکتی ہے اس کو ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، تاہم یہ حدیث منقطع ہے، شب برات کی فضیلت میں کوئی مسند مرفوع صحیح حدیث میری واقفیت میں نہیں ہے۔" (معارف السنن۔ ۵/۴۱۹)

اگر حدیث مذکور صحیح سند سے بھی مروی ہوتی تب بھی درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

۲- کیا صرف شب برات میں ہی آپ ﷺ سے زیارت قبور ثابت ہے یا اس کے علاوہ بھی آپ قبرستان کی زیارت کرتے تھے؟ اگر واقعی سنت سمجھ کر اس کام کو انجام دیتے ہیں تو

پھر اپنی طرف سے اس تعیین وتخصیص کا کیا مطلب ہے؟

۳- ہمارا قبرستان جانے کا جو سالانہ معمول ہے اس میں عام طور سے یہی دیکھا جاتا ہے کہ مغرب کی نماز سے فارغ ہوتے ہی اس کام کو انجام دے کر اپنے آپ کو فارغ کر لیتے ہیں، کیا مذکورہ حدیث میں ایسا ہی ثابت ہے؟ یا یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ رات کی تاریکیوں میں جب کہ لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہوتے تب جاتے تھے؟

۴- کیا اللہ کے رسول تنہا قبرستان گئے تھے یا اہل وعیال اور دوست واحباب کے ساتھ! جیسا کہ ہمارا معمول ہے؟ حدیث کے الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ اہل وعیال کو لے جانا تو دور کی بات ہے ان کو اس ''شب برات'' اور اس میں کی جانے والی خصوصی زیارت کا پہلے سے کوئی علم سرے سے تھا ہی نہیں، ورنہ حضرت عائشہ کے دل میں دوسرے جو خیالات پیدا ہوئے تھے نہ ہوتے۔

۵- اس دن خاص طور سے قبرستان میں روشنی کا اہتمام کیا جاتا ہے کہیں کم کہیں زیادہ، جب کہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والے پر صراحت سے لعنت بھیجی ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

۶- روشنی کے اہتمام کے علاوہ اور بھی بہت سارے مفاسد اس موقع پر ملاحظہ کئے جاتے ہیں جو زیارت قبور کو اس کے حقیقی مقاصد سے ہٹا دیتے ہیں اور باعث اجر وثواب بننے کے بجائے باعث زحمت وعذاب بنا دیتے ہیں، مثلاً مرد وزن کا اختلاط، عریانیت وبے پردگی، میلوں جیسا سماں، غیر مشروع انداز کی فریاد و پکار وغیرہ وغیرہ۔

ان معروضات کو پیش کرنے سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ کسی کو قبرستان کی زیارت سے روکا جائے اور اس پر کسی طرح کا کوئی حکم لگایا جائے، بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ اگر واقعی ہم اس کام کو سنت سمجھ کر اور اجر وثواب کی نیت سے کرتے ہیں تو ان حدود وقیود کا ضرور التزام کریں اور اپنی طرف سے کسی بھی من مانی سے پرہیز کریں، یہ میرا ذاتی مشورہ یا گزارش ہرگز نہیں بلکہ علماء عظام ہی کی نصیحتوں اور ہدایتوں کا اعادہ ہے، چنانچہ جسٹس محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''اس رات میں ایک اور عمل ہے جو ایک روایت سے ثابت ہے، وہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے، اس لئے مسلمان اس بات کا اہتمام کرنے لگے کہ شب برات میں قبرستان جائیں، لیکن میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ ایک بڑی کام کی بات بیان فرمایا کرتے تھے، ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے، فرماتے تھے کہ جو چیز رسول کریم ﷺ سے جس درجے میں ثابت ہو اسی درجہ میں اسے رکھنا چاہئے، اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔ لہٰذا ساری حیات طیبہ میں رسول کریم ﷺ سے ایک مرتبہ جنت البقیع جانا مروی ہے (یعنی پندرہویں شعبان کے تعلق سے) کہ آپ شب برات میں جنت البقیع تشریف لے گئے، چونکہ ایک مرتبہ جانا مروی ہے اس لئے تم بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ چلے جاؤ تو ٹھیک ہے، لیکن ہر شب برات میں جانے کا اہتمام کرنا، التزام کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور اس کو شب برات کے ارکان میں داخل کرنا اور اس کو شب برات کا لازمی حصہ سمجھنا اور اس کے بغیر یہ سمجھنا کہ شب برات نہیں ہوتی، یہ اس کو اس کے درجہ سے آگے بڑھانے والی بات ہے۔ لہٰذا اگر کبھی کوئی شخص اس نقطۂ نظر سے قبرستان چلا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے تھے میں بھی آپ کی اتباع میں جاتا رہوں تو ان شاء اللہ اجر وثواب ملے گا، لیکن اس کے ساتھ یہ کرو کہ کبھی نہ جاؤ۔ لہٰذا اہتمام اور التزام نہ کرو، پابندی نہ کرو، یہ درحقیقت دین کی سمجھ کی بات ہے کہ جو چیز جس درجہ میں ثابت ہو اس کو اسی درجہ میں رکھو اس سے آگے مت بڑھاؤ۔''

(اصلاحی خطبات۔۴/۲۴۱۔۲۴۲)

اور مولانا محمد رفعت قاسمی فرماتے ہیں:

''اس شب مبارک میں ایک عمل یہ مذکور ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ قبرستان (بقیع) میں تشریف لے گئے اور ان اصحاب قبور کے لئے دعا فرمائی، جس سے اس عمل کا مسنون ہونا معلوم ہوا، اور حضرات علماء کرام نے اس کو مسنون فرمایا اور جو اس سے زائد امور داخل کئے گئے وہ تمام بدعات ومکروہات ہیں، مثلاً اجتماعاً قبرستان میں جا کر ایصال ثواب کرنا اور کسی قسم کا اہتمام مثلاً روشنی کا اہتمام کرنا جس سے قبرستان کو روشن کیا جائے، کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا،

بلکہ صرف کسی بھی قبرستان میں جا کر بلا کسی قسم کے اہتمام وفضولیات کے انفرادی طور پر دعائے مغفرت وایصال ثواب کر کے جلد واپس آجائے اور دوسری عبادات میں مشغول ہوجائے، بس اس قدر کام سنت کے مطابق ہوگا، یہ ہے مطابق سنت عمل، پھر کیوں بلاوجہ زائد امور کو شامل کر کے خلاف سنت رواج دیا جائے۔" (مسائل شب برات وشب قدر۔ص ۷۳)

۱۱- پندرہویں شعبان کا روزہ

روزہ ایک اہم عبادت ہے، رمضان المبارک کے روزے اس امت پر فرض قرار دیئے گئے ہیں، اس کے علاوہ نفلی روزوں کی ترغیب دی گئی ہے، صحیح احادیث میں عاشوراء محرم کے روزے، عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کے روزے، شش عیدی روزے، ہر ماہ کی ۱۳/۱۴/۱۵ تاریخوں کے روزے اور سوموار و جمعرات کے روزے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، اور نبی اکرم ﷺ ان ایام میں روزہ رکھنے کی بالعموم پابندی کیا کرتے تھے، اور امت کو اس کی طرف رغبت بھی دلاتے تھے۔ بخاری ومسلم سمیت حدیث کی بیشتر کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ شعبان کے مہینے میں بالخصوص آپ ﷺ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، بلکہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ رمضان کے سوا باقی گیارہ مہینوں میں صرف شعبان ہی ایسا مہینہ تھا جس میں آپ سب سے زیادہ روزے رکھتے تھے بلکہ تقریباً پورا مہینہ ہی روزے رکھتے گذر جاتا تھا، البتہ لگ بھگ پورے شعبان کا روزہ رکھنا آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا کیونکہ ایک روایت میں نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے آپ نے لوگوں کو منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) اور اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ اپنی امت کو مشقت میں نہیں مبتلا کرنا چاہتے تھے، کیونکہ کوئی شخص اواخر شعبان میں بھی روزہ رکھے گا تو ضعف وکمزوری کی وجہ سے رمضان کے روزے کا حق ادا نہ کر پائے گا۔

یہ تمام باتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں، ان میں کسی کا اختلاف نہیں۔
اب پندرہویں شعبان کے روزے کے بارے میں ایک حدیث ان الفاظ میں ذکر کی جاتی ہے:

''اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها......''
(ابن ماجہ ۱/۴۴۴۔ حدیث نمبر: ۱۳۸۸۔)

یعنی شعبان کی پندرہویں شب کو قیام کرو اور پندرہویں تاریخ کے دن کا روزہ رکھو۔
لیکن اس حدیث کے اندر شدید قسم کا ضعف ہے، اس کا ایک راوی ابوبکر ابن ابی سبرۃ حدیثیں گھڑتا تھا، اس لئے محدثین نے اس کی حدیث کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

قال الالبانی: وهذا اسناد مجمع على ضعفه: وهو عندي موضوع، لأن ابن ابى سبرة رموه بالوضع كما فى التقريب'' وقال البوصيري فى ''الزوائد'' اسناده ضعيف لضعف ابن أبى سبرة، واسمه أبوبكر بن عبدالله بن محمد بن أبى سبرة، قال فيه احمد بن حنبل وابن معين: يضع الحديث.

(الضعيفة: ٢١٣٢)

لیکن اگر فرض کرلیا جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے (حالانکہ ایسا نہیں ہے) تو پھر اسی قسم کے سوالات یہاں بھی سامنے آتے ہیں جن کا تذکرہ زیارت قبور والی روایت کے تعلق سے ہوا، ان میں سب سے اہم سوال یہی ہے کہ عرفہ، عاشوراء، شوال، ایام بیض (یعنی ۱۳/۱۴/۱۵) اور سوموار و جمعرات کے نفلی روزوں سے مکمل طور سے لاتعلقی، جب کہ صحیح اور متفق علیہ احادیث سے ان کا ثبوت اور تاکید ہے، اور پندرہویں شعبان کے روزے پر اس قدر اصرار اور پابندی، کیا اس سے ہمارے عمل بالسنۃ کے دعوے پر سوالیہ نشان نہیں لگتا؟ کیا یہ اس بات کا کھلم کھلا ثبوت نہیں ہے کہ اس معاملے میں ہم بڑی حد تک رسم ورواج کے پابند ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ فرائض اور سنن و مستحبات سے غفلت اور بیزاری کا شکار رہنے والے عامۃ الناس بھی اس معاملہ میں پیش پیش رہتے ہیں، اور اس روز بالکل رمضان جیسا ماحول بن جاتا ہے، یہ ہے تو بڑی اچھی چیز لیکن ثابت

شدہ مذکورہ نفلی روزوں کے مواقع پر بھی ایسا ہی ماحول بنے تو ہماری سنت پسندی کے جذبے کو تقویت ملے، بصورت دیگر ہم جتنی بھی تاویل کرلیں مگر شرعی نقطۂ نظر سے مطمئن کرنا مشکل ہوگا۔

اس موقع پر جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی کی صراحت ملاحظہ فرمائیں، موصوف لکھتے ہیں:

"ایک مسئلہ شب برات کے بعد والے دن یعنی پندرہ شعبان کے روزے کا ہے۔ اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے وہ یہ کہ سارے ذخیرۂ حدیث میں اس روزے کے بارے میں صرف ایک روایت میں ہے کہ شب برات کے بعد والے دن روزہ رکھو، لیکن یہ روایت ضعیف ہے، لہٰذا اس روایت کی وجہ سے خاص اس پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں۔ البتہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے، یعنی یکم شعبان سے ستائیس شعبان تک روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے۔ لیکن ۲۸/اور ۲۹/شعبان کو حضور ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ مت رکھو تا کہ رمضان کے روزوں کے لئے انسان نشاط کے ساتھ تیار رہے، لیکن یکم شعبان سے ۲۷/شعبان تک ہر دن روزہ رکھنے میں فضیلت ہے، دوسرے یہ کہ یہ پندرہ تاریخ ایام بیض (یعنی ۱۳/۱۴/۱۵) میں سے بھی ہے، اور حضور اقدس ﷺ اکثر ہر ماہ کے ایام بیض میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے، یعنی ۱۳/۱۴/۱۵/تاریخ کو، لہٰذا اگر کوئی شخص ان دو وجہ سے ۱۵/تاریخ کا روزہ رکھے، ایک اس وجہ سے کہ یہ شعبان کا دن ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ یہ ۱۵/تاریخ ایام بیض میں داخل ہے، اگر اس نیت سے روزہ رکھ لے تو ان شاء اللہ موجب اجر ہوگا، لیکن خاص پندرہ تاریخ کی خصوصیت کے لحاظ سے اس روزے کو سنت قرار دینا بعض علماء کے نزدیک درست نہیں، اسی وجہ سے اکثر فقہاء کرام نے جہاں مستحب روزوں کا تذکرہ کیا ہے، وہاں محرم کی دس تاریخ کے روزے کا ذکر کیا ہے، یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کے روزے کا ذکر کیا ہے، لیکن پندرہ شعبان کے روزوں کا علیٰحدہ سے ذکر نہیں کیا، بلکہ فرمایا ہے کہ شعبان کے کسی بھی دن روزہ رکھنا افضل ہے، بہر حال اگر اس نقطۂ نظر سے کوئی شخص روزہ رکھ لے تو ان شاء اللہ اس پر ثواب ملے گا، باقی کسی دن کی کوئی خصوصیت نہیں۔"

(اصلاحی خطبات: ۴/ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔)

۱۲-اجتماعی شب بیداری

پندرہویں شعبان کی شب میں عام طور سے مسجدوں میں اجتماعی طور پر جاگ کر ذکرو اذکار، تلاوت قرآن اور نوافل وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس شب میں بڑی چہل پہل رہتی ہے، بعض بعض مقامات پر کچھ خورد ونوش کا بھی انتظام ہوتا ہے، بچے، جوان، بوڑھے لگ بھگ ہر قسم کے لوگ بڑے جوش وخروش سے اس شب بیداری میں حصہ لیتے ہیں۔ اکثر مسجدوں میں اس مناسبت سے زائد روشنی وغیرہ کا بھی اہتمام دیکھنے میں آتا ہے۔ ان تمام امور کی شرعی حیثیت جاننے کے لئے ''امداد الفتاویٰ'' سے ایک استفتاء اور اس کا جواب نقل کردینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ کسی قسم کے شک وشبہے کی گنجائش باقی نہ رہے۔

سوال: نصف شعبان وعیدین اور رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ وغیرہ میں جو عام رواج بن گیا ہے کہ مساجد میں ذکر وتلاوت وغیرہ کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: ان مبارک راتوں میں مساجد میں آکر عبادت کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱- مسجد میں آکر عبادت کا اہتمام نہیں کیا بلکہ اتفاقاً مسجد میں آکر تلاوت قرآن اور ذکر میں لگ گئے، یہ جائز ہے، لیکن یہ نوافل اور ذکر اگر گھر میں کرتا تو زیادہ ثواب ملتا، بلکہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کی بہ نسبت بھی گھر میں نفل عبادت کا زیادہ ثواب ہے، اور حدیث سے ثابت ہے۔

۲- مساجد میں آنے کا اہتمام کیا گیا ہو، یہ بدعت ہے، اس لئے کہ نوافل کے لئے مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کو زیادہ ثواب سمجھتا ہے اور یہ شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

۳- خاص راتوں میں مسجد میں عبادت کا اہتمام ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ کیا جائے، مثلاً نوافل کی جماعت کی جائے یا تقریریں، یہ صورت بدعت ہے، دوسری صورت سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ اس میں ایک تو وہ خرابی ہے جو نمبر ۲ میں مذکور ہوئی، دوسری خرابی یہ ہے کہ نفلی عبادت کے لئے

ہیئت اجتماعیہ پیدا کرنی جو شرعاً ممنوع ہے۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ گھروں میں شور ہوتا ہے، بچے روتے ہیں جس کی وجہ سے دل جمعی اور خشوع باقی نہیں رہتا، یہ شیطان کا فریب ہے، دراصل خشوع نام ہے سنت کے مطابق عبادت کرنے کا، اگر سنت کے مطابق عبادت کرلی تو خشوع وخضوع بھی حاصل ہے، اگر خلاف سنت لاکھ آہ وبکا اور ہیئت خشوع اختیار کریں، شرع کی نظر میں اس کو خشوع نہیں کہا جائے گا۔

سوچنے کی بات ہے کہ حضور ﷺ نے تو انتہائی سخت مجبوری کے باوجود تہجد وغیرہ کے نوافل گھر میں ادا کئے، اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھے اور آج ہم یہ کہنے لگیں کہ ہمیں تو گھر میں خشوع حاصل نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ شیطان کا دھوکہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرۂ مبارکہ میں نفل پڑھ رہے ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سامنے پاؤں پھیلائے ہوئے لیٹی ہوئی ہوتیں، جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو اپنے ہاتھ سے ان کے پاؤں کو چھوتے، تب وہ اپنے پاؤں کو سمیٹ لیتیں، اور جب حضور ﷺ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو حضرت عائشہؓ اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھیں۔

رات اندھیری چراغ کا انتظام نہیں، گھر میں اتنی وسعت تک نہیں کہ ایک آدمی لیٹ جائے تو دوسرا سجدہ کر سکے، اور مسجد نبوی اتنی قریب کہ حجرہ سے قدم نکالا تو مسجد میں پہونچ گئے، پھر مسجد بھی مسجد نبوی ﷺ ہے، جس کا فضل ظاہر ہے، اس کے باوجود محسن اعظم ﷺ کا عمل مبارک یہ تھا کہ حجرہ میں نوافل پڑھتے تھے، مسجد میں تشریف نہ لے جاتے تھے۔

نیز بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھر میں اکیلے پڑھنے سے نیند آجاتی ہے اور اگر مسجد میں ہیئت اجتماعیہ کی شکل میں ذکر ونوافل میں لگ جائیں اور کچھ تقاریر ہوں اور کچھ نوافل کی جماعت وغیرہ ہو تو نیند ختم ہوجاتی ہے، اس طرح سے بہت زیادہ عبادت کی توفیق ہوجاتی ہے، اگر اکیلے گھر میں نوافل وغیرہ پڑھتے تو اس کا آدھا حصہ بھی نہ کر پاتے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ تکثیر عبادت یا اس کی کمیت مقصود نہیں بلکہ عبادت کی کیفیت پر اس کا دارومدار ہے، اگر تھوڑی دیر عبادت کرلی تو یہ اس عبادت سے لاکھوں درجہ اچھی ہے جو سنت کے

خلاف ہو، سنت یہ ہے کہ جب تک طبیعت میں نشاط ہو نوافل وغیرہ میں مشغول رہے، اور جب نیند کا غلبہ ہو اور طبیعت اکتا جائے تو آرام کر لے، حدیث سے یہ ثابت ہے۔"

(احسن الفتاویٰ: ۱/۳۷۳)

شب برات سے متعلق بعض من گھڑت روایتیں

ماہ شعبان اور شب برات کے تعلق سے مبالغہ آمیز اور بے بنیاد اعتقادات واعمال کو رواج دینے میں ان موضوع (من گھڑت) روایتوں کا بھی بڑا دخل ہے جو فضائل اور اوراد و وظائف کی بعض غیر معتبر بلکہ معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہیں، ایسی روایتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہاں نمونۃً چند روایتیں ذکر کی جارہی ہیں:

۱-ایک روایت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کر کے ان الفاظ میں بیان کی جاتی ہے:

"رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے، اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔"

اس حدیث کو ابن الجوزی نے الموضوعات (۲/۲۰۵، ۲۰۵) میں، امام صغانی نے الموضوعات (ص:۶۱، حدیث نمبر:۱۲۹) میں اور امام سیوطی نے اللآلي المصنوعة (۲/۱۱۴) میں موضوع (من گھڑت) کہا ہے۔

۲-ایک من گھڑت روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

"جو شخص پندرہویں شعبان کی رات میں بارہ رکعات نماز اس طرح پڑھے گا کہ ہر رکعت میں تیس مرتبہ قل هو الله أحد، کی تلاوت کرے، گا تو وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لینے کے بعد ہی دنیا سے مر کر نکلے گا، اور اس کے گھر کے ایسے دس گنہگاروں کے حق میں اس کی سفارش قبول ہوگی جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔"

اس روایت کو بھی ابن الجوزی، ابن القیم اور سیوطی نے موضوع (من گھڑت) کہا ہے۔

۳-حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو پندرہویں شعبان کی رات میں دیکھا کہ آپ نے چودہ

رکعت نماز پڑھی، پھر بیٹھ کر آپ نے چودہ بار سورہ فاتحہ، چودہ بار قل ھو اللہ أحد چودہ بار قل اعوذ برب الفلق چودہ بار قل اعوذ برب النّاس، چودہ بار آیۃ الکرسی اور ایک بار یہ آیت: لقد جاء کم رسول من انفسکم ... الخ پڑھی، اور آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ عمل کرے گا اس کو بیس حج مبرور (مقبول) اور بیس سال مقبول روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا، اور اگر اس دن روزہ رکھ لے تو اس کو ساٹھ سال گزرے ہوئے اور ساٹھ سال آئندہ کے روزے کا ثواب ملے گا۔"

اس روایت کے بارے میں بھی علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ موضوع ہے۔

۴- سابقہ صفحات پر ہزاری نماز کا تذکرہ ہو چکا ہے، اس باطل عمل کی بنیاد جس من گھڑت روایت پر ہے، وہ روایت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کچھ اس طرح منسوب کی گی ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے علی! جو شخص پندرہویں شعبان کی شب میں سو رکعت نماز اس طرح ادا کرے گا کہ ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور دس بار قل ھو اللہ أحد پڑھے گا تو اس رات اللہ تعالیٰ سے جو حاجت بھی طلب کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پورا کرے گا، نیز اس کی طرف ستر دفعہ نگاہ کرم کرے گا، اور ہر نگاہ میں اس کی ستر حاجتیں پوری کرے گا.... الخ"

یہ روایت تین مختلف طرق سے مروی ہے جن کو ذکر کرنے کے بعد امام ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ اس روایت کے موضوع ہونے کے بارے میں ہم کو کسی طرح کا شک وشبہہ نہیں ہے، اس میں ایسے راوی ہیں جو حد درجہ ضعیف ہیں، اور یہ حدیث قطعی طور پر محال ہے۔

(الموضوعات: ۲/۵۱)

افسوس کہ اس قسم کی لغو روایتوں کے بعض مشہور کتابوں میں مذکور ہونے کی وجہ سے لوگ دھوکے میں پڑ جاتے ہیں اور ان کے حدیث رسول ہونے کا گمان کر کے ان پر عامل ہو جاتے ہیں، غنیۃ الطالبین، قوت القلوب، احیاء علوم الدین اور تفسیر ثعلبی وغیرہ میں یہ روایتیں مذکور ہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "موضوعات" پر لکھی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

''اسی طرح صلاۃ عاشوراء اور صلاۃ الرغائب بالاتفاق موضوع ہیں، ایسے ہی ماہ رجب کی راتوں میں پڑھی جانے والی نماز اور پندرہویں شعبان کی شب میں سو رکعت اور ہر رکعت میں دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جانے والی نماز کا بھی یہی حال ہے، اس روایت کے کتاب ''القوت'' اور کتاب ''الإحیاء'' میں مذکور ہونے یا امام ثعلبی کے اسے اپنی تفسیر میں ذکر کرنے سے تم کو دھوکے میں نہیں آنا چاہئے۔'' (المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع، للامام علی القاری، تحقیق عبدالفتاح ابوغدہ، ص ۲۵۹۔۲۶۰، نمبر ۴۶۴)

مولانا یوسف بنوری لکھتے ہیں:

''مؤلفین نے شب برات کی فضیلت میں جو ضعیف اور منکر روایتیں ذکر کی ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، ان ہی میں سے کچھ روایتیں ابوطالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں ذکر کیا ہے، ان کی اتباع امام غزالی نے احیاء العلوم میں کی ہے، اور ان دونوں کے بعد میں آنے والے ان کے نقش قدم پر چلے، جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیة الطالبین میں کہا ہے۔'' (معارف السنن: ۵/۴۱۹)

عوام و خواص میں مشہور و مقبول اوراد و وظائف کی بعض کتابوں میں ماہ شعبان اور پندرہویں شعبان کے بارے میں متعدد ایسے اذکار و اعمال مذکور ہیں جو بالکل بے بنیاد بلکہ بسا اوقات بعض شرعی اصول کے مخالف ہیں، اور ان پر عمل کرنے کا خوب خوب ثواب بیان کیا گیا ہے، اس کے برعکس صحیح حدیثوں میں ماہ شعبان کے تعلق سے جو باتیں مذکور ہیں، ان کا ان کتابوں میں یا تو تذکرہ ہی نہیں ہے یا ان کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے کہ ماہ شعبان میں اللہ کے رسول ﷺ کثرت سے نفلی روزے رکھتے تھے۔

غور طلب: سابقہ سطور میں متعدد ائمۂ عظام و فقہائے کرام کے حوالے سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ شب برات کے موقع پر جن رسوم و بدعات کی گرم بازاری ہوا کرتی ہے، ان میں سے اکثر غیر مسلموں مثلاً مجوسیوں اور ہندوؤں وغیرہ سے لی گئی ہیں اور ان پر اسلام کا خول چڑھانے کی

کوشش کی گئی ہے۔

ان تمام حقائق کے ساتھ ساتھ ایک اور حقیقت یہ بھی ہے کہ پندرہویں شعبان کے لیل ونہار کو جشن اور تہوار کے طور پر منانے کو شیعوں کے ذریعہ زیادہ فروغ ملا۔ شیعوں نے اپنے مخصوص عقائد وافکار کی ترویج واشاعت کے لئے بہت ساری رسمیں ایجاد کر کے انھیں اسلامی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور عام مسلمانوں میں انھیں رائج کیا۔ لوگوں نے جہالت، خوش عقیدگی اور دیگر وجوہات کی بنا پر انھیں گلے لگالیا اور فرائض وواجبات سے تمام قسم کی غفلت و سستی کے باوجود ان رسوم و بدعات کے تعلق سے کسی قسم کی سستی ولاپرواہی ان کے نزدیک ناقابل برداشت ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر شیعوں نے ۲۲ رجب کو امام جعفر صادق کے نام پر کونڈے بھرنے کی رسم ایجاد کی اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ امام جعفر صادق کی پیدائش کی خوشی میں ایسا کیا جاتا ہے۔ جب کہ پس پردہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جن سے شیعہ کو ہمیشہ بغض وعناد رہا ہے، ان کی وفات کی خوشی میں یہ رجبی کونڈے بھرے جاتے ہیں، کیوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات باتفاق رائے ۲۲/رجب ہے، جب کہ امام جعفر صادق کی تاریخ پیدائش صحیح روایات کے مطابق ۸/رمضان اور تاریخ وفات ۱۵/شوال ہے۔

چنانچہ معاصر شیعی صحافی لکھتا ہے:

"یہ صحیح ہے کہ ۲۲/رجب کو نہ کسی معصوم کی ولادت ہے اور نہ شہادت، پھر یہ تاریخ کونڈوں سے کیوں منسوب کر دی گئی؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس تاریخ کو ایک مشہور دشمن اسلام اور دشمن آل محمد کی وفات ہوئی، ممکن ہے کہ مؤمنین کرام جو امام سے محبت کرتے تھے اس دشمن اسلام کی وفات پر خوش ہو کر اپنے امام کی نذر کا اہتمام کیا ہو۔"

(پندرہ روزہ نوروز، لکھنؤ، شمارہ ۲۷/ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۔ مضمون بعنوان: نذر امام جعفر صادق علیہ السلام (کونڈے) مضمون نگار: ش. زیدی۔)

بتلایا جاتا ہے کہ رجبی کونڈہ کا بانی حامد علی خاں شیعہ نواب رام پور تھا۔

اسی طرح معز الدولہ شیعہ نے تعزیہ سازی کو رواج دیا اور شاہ اربل مجلس مولود کا موجد بنا، پندرہویں شعبان کو بھی غیر معمولی اہمیت دینے میں شیعہ ہی پیش پیش رہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پندرہویں شعبان ان کے مفروضہ امام محمد بن الحسن العسکری (مہدی منتظر) کی پیدائش کا دن ہے۔ اس لئے اس روز یہ لوگ حلوہ پوری پکا کر، پٹاخے چھوڑ کر، نیز آتش بازی کر کے اور پوری رات جاگ کر کے جشن مناتے ہیں۔

احادیث صحیحہ میں قرب قیامت کی علامات میں سے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کو بھی ایک علامت بتایا گیا ہے۔ شیعوں کے عقیدے کے مطابق ان کے بارہویں امام محمد بن الحسن عسکری ہی امام مہدی بن کر آخری زمانے میں نمودار ہوں گے، ان کی پیدائش پندرہویں شعبان ۲۵۵ھ میں ہوئی، ۳۲۸ھ یا ۳۲۹ھ میں (باختلاف روایت) ان پر غیبت کبریٰ طاری ہوئی اور اب وہ پردۂ خفا میں ہیں، آخری زمانے میں ان کا ظہور مہدی علیہ السلام کی حیثیت سے ہوگا۔ (ملاحظہ ہو کتب شیعہ)

رافضیوں کی ایک مشہور کتاب ''تحفۃ العوام'' کے مصنف شب برات اور اس کی خیرات و برکات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس شب برات میں یہ تمام برکات اس لئے ہیں کہ جنابِ امر کی اس شب میں ولادت ہوگی، یعنی امام مہدی کی۔''

(اسلام میں شب برات کا تصور، ص:۱۹)

جناب امر سے مراد یہی محمد بن حسن عسکری ہیں، شیعوں کی مذہبی زبان میں ان کو ''الحجۃ''، ''القائم''، ''المنتظر'' اور ''صاحب الزماں'' اور ''امام غائب'' بھی کہا جاتا ہے، ان کے ذکر کے ساتھ ''عجل اللہ فرجہ'' ضرور لکھا اور کہا جاتا ہے یعنی اللہ جلدی ان کو باہر لائے۔

ہجری سال ۱۴۲۶ھ کی شب برات سے متعلق ایک اردو اخبار کی بعض خبروں کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱- امبیڈکر نگر ۲۰ ستمبر: پورے ضلع میں شب برات کے موقع پر رات بھر لوگوں نے

مسجدوں میں نمازیں ادا کیں اور تلاوت کا سلسلہ فجر تک جاری رہا۔.....شیعہ فرقے نے اپنے آخری امام حضرت امام مہدی آخر الزماں کی ولادت کے سلسلے سے نذر و نیاز اور چراغاں کیا اور کئی جگہوں پر رات بھر محفلوں کا سلسلہ جاری رہا۔"

۲۔لکھنؤ۔۲۰رستمبر: انجمن خدام کربلا کے زیر اہتمام ملکہ جہاں عیش باغ میں جشن ولی عصر منایا گیا.....(اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے ایک مقرر نے کہا) امام مہدی کا انتظار ہمارے اس یقین کامل کا ثبوت ہے کہ ہمارا رہبر زندہ ہے اور پردۂ غیب سے ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔

(ایک دوسرے مقرر نے کہا) دنیا میں آج جارحیت اور تشدد کا بازار گرم ہے لیکن جانشین محمد کے ظہور کے بعد امن و انصاف کی حکومت ہوگی اور ظلم کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

(راشٹریہ سہارا، لکھنؤ، شمارہ۔۲۱رستمبر ۲۰۰۵ء)

بہر حال جس طرح شب برات سے متعلق بہت سارے اعمال وعقائد کے تار و پود مجوسیت اور ہندومت وغیرہ سے جڑے ہوئے ہیں، اسی طرح کوئی بعید نہیں کہ صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شیعوں نے اپنے مخصوص عقائد ونظریات کی ترویج واشاعت کا اسے ذریعہ قرار دیا ہو اور کتمان وتقیہ کے شیعی نسخہ کا سہارا لیتے ہوئے اصل مقصد کو صیغۂ راز میں رکھا ہو۔

(و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.)



Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner